میرے شاہ جی

سمیع اللہ ملک

ان دنوں قصر سفید کے فرعون کے دھمکی آمیز بیانات اور دیگر حرکات کی وجہ سے اقوام عالم کے تمام امن پسند قوتوں میں عجیب ہلچل پیدا کر رکھی ہے اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ کسی بھی وقت ایک ایسی عالمی جنگ کا طبل بجنے والا ہے جو دنیا کو خاکستر کر دے گا۔ بالکل اسی طرح ۱۹۴۷ء تک دنیا بھر میں برطانیہ کے جبروت کا طوطی بولتا تھا۔ برطانوی سلطنت کی وسعت کے پیش نظر یہ مثل مشہور تھی کہ اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا یعنی اگر اس کی نوآبادیات کے ایک حصے میں سورج غروب ہوتا تھا تو دوسرے علاقے میں دن نکل رہا ہوتا تھا۔ برطانیہ نے بھی آزادی پسندوں کو جبر و استبداد، درندگی اور سفا کی کے ہتھکنڈوں سے بالکل اسی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہا جیسا کہ آج کل امریکی استعمار دہشتگردی کا لیبل لگا کر مسلمانوں کی جان و ایمان اور ان کی املاک کے درپے ہے لیکن چشمِ افلاک نے یہ انوکھا نظارہ حیرت و استعجاب کی نظروں سے دیکھا کہ حریت مآب دیوانوں کی قربانیوں کی بدولت فرنگی استعمار کو کہ جس کی زمین پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا، ہندوستان کو نہ صرف آزاد بلکہ پاکستان جیسی معجزہ نما ریاست کا وجود بھی دنیا کے نقشے پر نمودار ہو گیا اور پسپائی کے اس سفر کے بعد دنیا بھر میں تمام نوآبادیات سے سفر آخرت ایسا شروع ہوا کہ آج خود برطانیہ اپنے ہی ملک میں سورج کی کرنوں کا محتاج رہتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو کچلنے کے بعد برطانوی استعمار مسلم ہندوستان کے تخت و تاج پر بلاشرکت غیرے براجمان ہوا اور اس نے تحریک آزادی میں شریک علماء مجاہدین طلباء اور عام شہریوں کو لاکھوں کی تعداد میں موت کے گھاٹ اتارا۔ قید، نظر بندی، ظلم اور درندگی کے شرمناک مظاہروں کے ذریعے انگریز نے ہندوستانی عوام پر اپنی دہشت و فرعونیت کی دھاک بٹھا دی لیکن ان عذاب لمحوں میں بھی کچھ ایسے بچے کھچے غیرت مند ہندوستانی مسلمان مجاہد باقی تھے کہ جنہوں نے برطانوی استعمار کے آگے سرنگوں ہونے سے انکار کیا اور اپنے خون سے آزادی کے گل ہوتے چراغ کو روشن رکھا۔ ''میرے شاہ جی'' حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اُن ہی عزم و ہمت کے پالے مجاہدین آزادی کے باغیرت جانشین تھے جنہوں نے ہندوستان کی دھرتی پر انگریز کے تسلط کو مسترد کرتے ہوئے ''ان الحکم الا للہ'' کا نعرۂ رستاخیز بلند کیا اور اس پرعزیمت راہ میں ہر صعوبت و آزمائش کو جھیلنے کا عزم نو کیا۔

حیرت ہوتی ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے نہتے اور بے وسیلہ مجاہدین آخر کس مٹی سے بنے تھے کہ وہ انگریزی استبداد کے مصائب و آلام، دار و رسن اور ظلم و سفا کی کا مردانہ وار مقابلہ کرتے اور اس کے نتیجے میں اپنی ناتواں جانوں پر ہر ظلم کا وار سہتے مگر آزادئ وطن کی خاطر کسی بھی کڑی آزمائش کو لبیک کہنے سے باز نہ آتے تھے جبکہ آج تمام تر وسائل اور ایٹمی قوت رکھنے کے باوجود ہمارے قومی رہنماء اور اقتدار کے رسیا امریکا کے سامنے تھر تھر کانپتے دکھائی دیتے ہیں۔ ڈرون حملے نہتے شہریوں کو خاک و خون میں نہلاتے ہیں مگر صاحبِ اقتدار آنکھیں رکھنے کے باوجود نابینا ہیں، کان ہیں مگر بہرے ہیں۔ دراصل قومی غیرت اور دینی حمیت ہی قوموں کو سر اٹھا کر جینے کا شعور دیا کرتی ہے جس کے آگے بڑی

سی بڑی طاقتیں خاکِ راہ ہو جاتی ہیں۔ دراصل یہی وہ جوہر ایمانی تھا جس نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے غیور مجاہدِ آزادی میں بے خوفی، دلیری، جرأت و بہادری جیسی انمول صفات پیدا کیں اور وہ سلطنتِ برطانیہ کے خلاف سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ اپنی جوانی، سکون وراحت۔ آسائش و آرام کو آزادیٔ وطن کیلئے تج دیا، صعوبتوں کو مجاہدانہ وار برداشت کیا مگر کبھی انگریز کی رعونت کو خاطر میں نہ لائے۔

واقعہ جلیانوالہ باغ (۱۹۱۹ء) سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سیاسی زندگی کا نقطہ آغاز ثابت ہوا۔ سفاک جنرل ڈائر نے جب سینکڑوں بے گناہ ہندوستانیوں کے سینے چھلنی کر دیئے تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے دل میں حکومت برطانیہ کے متعلق نفرت کے شدید جذبات پیدا ہو گئے، رہی سہی ترکی کے مسلمانوں پر انگریز کی وحشت و بہیمت نے نکال دی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہندوستان کے صفِ اوّل کے رہنماؤں کے ہمراہ تحریک خلافت کے برگ و بار اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ برطانوی استعمار کی اس مخالفت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے دینی اصولوں کو بنیاد بنایا۔ وہ انگریز کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے کیونکہ وہ انگریزوں کی اسلام کے خلاف سازشوں کا ادراک اور مسلمانوں پر پے در پے ان کی خنجر آزمائی کا بچشم خود مشاہدہ کر چکے تھے۔ تحریک خلافت کے دوران سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنی بے مثال ساحرانہ خطابت کے ذریعے ہندوستان بھر میں برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکا دی تھی مثلاً صرف ضلع گجرات میں ہی انہوں نے تن تنہا پانچ سو خلافت کمیٹیاں قائم کر کے پورے ضلع کو آتش جوالہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے معرکے کے بعد تحریک خلافت ہی وہ ملک گیر احتجاجی سلسلہ تھا جس نے تمام ہندوستانیوں کو بلاتفریق مذہب ایک لڑی میں پرو دیا اور ان کے رگ و پے سے غیر ملکی حکمرانوں کا رعب و دبدبہ نکال کر رکھ دیا تھا جس کے لیے دیگر رہنماؤں کے شانہ بشانہ بنیادی کردار سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تھا جو ہماری ملی تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے کہ جس پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

۳؍ستمبر ۱۹۳۹ء کو جنگ عظیم دوم کا آغاز ہوا تو ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں انگریز سے تعاون یا اس کی مخالفت کرنے کے بارے میں اس وقت تک کسی فیصلہ پر پہنچ نہ پائی تھیں لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی جماعت مجلس احرار ہندوستان میں واحد سیاسی جماعت تھی جس نے معروف انگریز مصنف ڈبلیو سے اسمتھ کے الفاظ میں ''اس جنگ کو سامراجی جنگ قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف پہلی آواز بلند کی'' اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ کے اجراء کا اعلان کیا اور احرار کے کوہ ہمت رہنماء و کارکن ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کی دھجیاں اڑاتے ہوئے جیلوں کو آباد کرنے لگے۔ مجلس احرار نے فوجی بھرتی کی مخالفت میں ملک کے دیگر علاقوں کے ساتھ ساتھ پنجاب کو بالخصوص اپنی جنگ مخالف سرگرمیوں کا مرکز بنالیا تھا۔

پنجاب انگریزوں کے لیے ''بازوئے شمشیر زن'' کا درجہ رکھتا تھا اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بقول: ''پنجاب کے بعض اضلاع کی مائیں فرنگیوں کے لیے ہی بچے جنا کرتی تھیں۔'' یہی صورتحال دیگر صوبوں میں بھی کم و بیش موجود تھی۔ بہر حال غلامی کے خمیر میں گندھے ہوئے اس خطے میں انگریز کی مخالفت کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے بہادر رفقاء نے آزادیٔ ہند کے لیے جان کی بازی لگادی کیونکہ ان کے نزدیک ہندوستان کی آزادی سے برطانیہ کے لیے اپنی نو آبادیات پر زیادہ دیر تک قبضہ برقرار رکھنا ممکن نہ رہ سکتا تھا اور جس کی بدولت جزیرۃ

العرب کا آزاد ہونا یقینی تھالہذاانہوں نے اپنی تمام تر قوت ہندوستان کی آزادی کے لیے جھونک ڈالی۔اپریل ۱۹۳۹ء کو پشاور میں آل انڈیا پولیٹیکل احرار کانفرنس منعقد کی گئی جس میں مجلس احرار کے بانی رہنماء اور مفکر چوہدری افضل حق مرحوم نے جنگ عظیم دوم کے چھڑنے کی پیشگوئی کی تھی اور انگریز پر کاری ضرب لگانے کے لیے اپنی مستقبل کی پالیسی کا اعلان کیا تھا۔

اسی کانفرنس میں طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق ہی جنگ شروع ہونے کے صرف ایک ہفتہ بعد مجلس احرار اسلام کی مجلس عاملہ نے برطانوی استعمار کو فوجی بھرتی نہ دینے کی تاریخی قرارداد منظور کی تھی۔اس قرارداد کی روشنی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے عظیم رفقائے کار نے ہندوستان کے ہر مقام کے دورے کرنے کے علاوہ پنجاب کے فوجی بھرتی کے حامل اہم اضلاع سرگودھا، میانوالی، گجرات، اٹک، جہلم، راولپنڈی وغیرہ میں اپنی تقاریر میں فوجی بھرتی نہ دینے کا درس دیا جس کے نتیجے میں دورہ کے اختتام پر انگریز اور اس کے کاسہ لیس سر سکندر حیات کی یونینسٹ حکومت نے بوکھلا کر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو گرفتار کر کے ان پر رعایا کو حکومت کے خلاف بغاوت پر اکسانے کا مقدمہ دائر کیا جس کی سزا پھانسی سے کم نہ تھی اور یہی انگریز اور اس کے ایجنٹوں کا مقصود تھا لیکن حکومتی مشینری کی تمام تر پشت پناہی کے باوجود عدالت میں سی آئی ڈی کے سرکاری رپورٹر لدھا رام کی صاف گوئی نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے حق میں پانسہ پلٹ دیا اور وہ ۷ جون ۱۹۴۷ء کو باعزت بری ہو گئے۔اس موقع پر جرمنی کے مختلف شہروں میں ہوائی جہاز کے ذریعے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تصاویر گرائی گئیں جس پر تحریر تھا کہ ہندوستان کا سب سے بڑا باغی جسے برطانوی حکومت ہر حالت میں پھانسی پر لٹکانا چاہتی تھی، وہ باعزت بری ہو گیا۔

غرض یہ کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے انگریز استبداد کے تناور شجر کی جڑوں کو کاٹنے والی تحریک میں ہراول دستہ کا کردار ادا کیا اور انہوں نے خود درسیوں تحریکیں چلائیں۔اللہ نے انہیں خطابت کا بے تاج بادشاہ بنایا تھا اور انہوں نے اپنی اس بے نظیر صلاحیت کے ذریعے ہندوستان کے لاکھوں افراد کے قلوب و اذہان سے انگریزی حاکمیت کا خوف کھرچ ڈالا اور انہیں آزادی کے مفہوم و معنی سے آشنا کر کے انہیں تحریک آزادی میں شمولیت پر آمادہ کیا۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی انگریزی استعمار سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ نجی محفل ہو یا اجتماع عام، ان کے ''لعنت بر پدر فرنگ'' کے نعرۂ رستا خیز سے در و دیوار کانپ اٹھتے تھے۔وہ فرمایا کرتے تھے:

> ''میں ان سؤروں کا ریوڑ چرانے کو بھی تیار ہوں جو برٹش امپیریلزم کی کھیتی ویران کرنا چاہیں۔میں کچھ نہیں چاہتا، میں ایک فقیر ہوں، اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کٹ مرنا چاہتا ہوں اور اگر کچھ کرنا چاہتا ہوں تو اس ملک سے انگریز کا مکمل انخلاء میری دو ہی خواہشیں ہیں۔میری زندگی میں یہ ملک آزاد ہو جائے یا پھر میں تختۂ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔ میں ان علمائے حق کا پرچم لیے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ربّ ذوالجلال کی قسم: مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ لوگوں نے پہلے ہی کب سرفروشوں کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے؟ وہ شروع سے تماشائی ہیں اور تماشہ دیکھنے کے عادی ہیں۔میں اس سرزمین پر مجدّد الف ثانی کا ادنیٰ سپاہی ہوں، شاہ ولی اللہ اور خاندان ولی اللہ کا مبلغ ہوں، سید احمد شہید کا نام لیوا اور شاہ اسماعیل شہید کی جرأت کا پانی دیوا ہوں۔اُن پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر علمائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گزار ہوں جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ہاں! ہاں، میں انہیں کی نشانی ہوں، انہی کی

بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں، آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ قاسم نانوتوی کا علم لیکر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہند کے نقشِ قدم پر چلنے کی قسم کھائی ہے۔ میں زندگی بھر اس پر چلتا رہا ہوں اور اسی راہ پر چلتا رہوں گا، میرا اس کے سوا کوئی مؤقف نہیں، میرا ایک ہی نصب العین ہے، برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا اور دفنانا۔''

خطابت کے میدان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایسا تہلکہ تھا کہ کئی غیر مسلم ان کی تقریر سن کر مسلمان ہو گئے اور حاضر جواب ایسے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف نے الزام لگاتے ہوئے سوال کیا کہ حضرت آپ انگریز کو ''شو'' تماشہ دکھاتے ہیں، آپ نے فی البدیہہ جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں انگریز کو ''شو'' نہیں بلکہ اپنا ٹوٹا ہوا ''شو'' (جوتا) دکھاتا ہوں۔ ایک مخالف نے پوچھا کہ ''زندگی کیسی گزری؟'' آپ نے جواب دیا کہ آدھی جیل میں اور آدھی ریل میں! ایک شخص کہنے لگا کہ شاہ جی! کیا مردے سنتے ہیں؟ تو فوری مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ بھائی میری بات تو زندہ نہیں سنتے مردہ کی کیا بات کریں۔ ایک دفعہ علی گڑھ پہنچے، بعض طلباء نے شاہ صاحب کو تقریر نہ کرنے کا پہلے سے پروگرام بنا رکھا تھا۔ شاہ صاحب جونہی اسٹیج پر پہنچے تو طلباء نے شور مچانا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب نے بڑی نرمی اور عاجزی سے طلباء سے کہا کہ میری ایک بات سنو۔ میں بہت لمبا سفر کر کے آپ سے ملنے کے لیے آیا ہوں چلو قرآن کا ایک رکوع ہی سن لو تو طلباء کی اکثریت نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ شاہ صاحب نے انتہائی دلسوزی سے جب قرآن پڑھنا شروع کیا تو گویا مجمع دم بخود ہو گیا۔ جب تلاوت ختم کی تو فرمایا کہ اس رکوع کا ترجمہ بھی سن لو۔ طلباء قرآن سن کر اس قدر مسحور و مبہوت تھے کہ شاہ صاحب نے دو گھنٹے تک خطاب فرمایا اور وہی طلباء شاہ صاحب سے اپنے ناروا سلوک پر اپنی ندامت کا اظہار کر رہے تھے۔

ربّ ذوالجلال نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قربانیوں کا صلہ ان کو دنیا میں بھی دیا کہ انہوں نے انگریز کو ملک چھوڑتے دیکھا اور ہندوستان ۱۹۴۷ء کو فرنگی کے پنجہ استبداد سے آزاد ہو گیا۔ ہندوستانی عوام نے غلامی کے منحوس سائے چھٹ جانے کے بعد آزاد فضاؤں میں سانس لیا۔ احرار رہنماؤں کی نگاہِ بصیرت کے عین مطابق ہندوستان کی آزادی کے بعد برطانیہ کی اپنی نو آبادیوں پر گرفت ڈھیلی پڑنی شروع ہوگئی اور ایک ایک کر کے اسلامی ممالک آزاد ہوتے چلے گئے۔ اگر ہندوستان آزاد نہ ہوتا تو عالم اسلام کی غلامی کا دور جانے کتنا طویل ہو جاتا! بلاشبہ یہ کارنامہ ہندوستان کی حریت پسند جماعتوں اور بالخصوص احرار کے قائد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے زعماء کے سر ہے جنہوں نے غلامی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حریت فکر و عمل کے چراغ روشن کیے اور ملت اسلامیہ کو آزادی کی بہاروں سے سرفراز کرنے میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری جن کٹھن حالات میں ناگریز استعمار سے نبرد آزما ہوئے، ان جانگسل حالات کے تصور سے ہی دل بیٹھ جاتا ہے۔ عہدِ حاضر میں دنیا بھر کے مسلمان جن پر آشوب حالات میں مبتلا ہیں اور جس طرح امریکی استعمار کی چیرہ دستیوں کے نرغے میں آئے ہوئے ہیں، اِس صورتحال میں عالم اسلام کے رہنماء اور حکمران اپنے وسائل کا استعمال کرتے ہوئے امریکا کی دہشتگردی کے خلاف ڈٹ جانے کی بجائے جس کوتاہ ہمتی اور بزدلی کے ساتھ امریکا پر ہی تکیہ کرتے ہوئے اس کی فرعونیت کے آگے جھکتے چلے جا رہے ہیں اور اپنے ساتھ ملت اسلامیہ کو اندھیروں کی منزل کا راہی بنا رہے ہیں، اسے دیکھتے ہوئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے مردِ مجاہد کی یاد تڑپا کر رکھ دیتی ہے کہ جنہوں نے موجودہ حالات سے کئی گنا بدتر حالات میں بھی برطانوی امپریلزم کا جی داروں کی طرح مقابلہ کر کے انہیں ہندوستان سے

چلتا کیا تھا۔آج سے ۶۶ برس قبل امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے فرزند حضرت مولانا سید ابوذر بخاری کو جو نصیحت فرمائی تھی اسے آج بھی پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان اور عالم اسلام کے استحکام، تعمیر و ترقی اور اپنی قوم کی تربیت کی بنیادیں استوار کی جاسکتی ہیں۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا:

’’میں نے پوری دنیا کی تاریخ اور حالات پر غور کیا تو مجھے تاریخ انسانیت میں خدا، رسول، امت رسول اور پوری دنیا کے سچے مسلمانوں کا فرنگی سے بڑھ کر اور اس سے بدتر کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔فرنگی یا اس کا کوئی دوست غلافِ کعبہ کا لباس پہن کر اور چوبیس گھنٹے زم زم سے غسل کر کے باوضو اور مطہر رہنے والا بھی اس شکل میں تمہارے پاس آئے، اگر میرے تخم میں سے ہو اور حلالی ہو تو اس پر کبھی اعتماد نہ کرنا۔تم نہیں جانتے: عدو اللہ، عدو رسول اللہ، عدو القرآن، عدو المسلمین، عدو الاسلام والدین فرنگی سے بڑھ کر نہ کائنات میں ہوا، نہ اب ہے، نہ آئندہ کبھی ہوگا۔‘‘

قیام پاکستان کے بعد شاہ جی حکمرانوں کی وعدہ خلافی اور دین مخالف روّیوں سے بہت آزردہ دل تھے۔کسی نے سوال کر دیا: شاہ جی! کیا آپ اب ان حکمرانوں کے خلاف جدوجہد کریں گے؟ فرمایا ’’بھائی سب کچھ قصہ ماضی بن چکا، ہم تو عمر کے عہدِ آخر میں ہیں، بڑھاپا شروع ہو کر جوان ہو چکا ہے، بالوں میں سپیدی آ گئی ہے، سفر ایک تھا، منزلیں کئی، بعض منزلوں پر رکنا پڑا، بعض جگہ ٹھہرنا پڑا، کچھ دیر ستائے، تلووں کو سہلایا۔آہوں اور کانٹوں میں معانقہ ہو چکا تو چلنے لگے، پھر چلتے ہی رہے، حتیٰ کہ ایک رات بیت گئی، دن چڑھا سورج نے شعاعوں کا چمن آراستہ کیا، غنچوں کا چہرہ مسکرا اٹھا، آنکھ اٹھا کر دیکھا تو گردوپیش وہی رات کا سناٹا تھا۔

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۱۹۴۴ء میں مجلس احرار کے جلسے میں اپنے خطاب میں اپنے ساتھیوں کی ہمت بندھاتے ہوئے فرمایا: ’’حضرت آدم علیہ السلام سے پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی ایسا نبی نہیں آیا ہے جس نے اپنی تعلیمات میں جلا پیدا کرنے کے لیے اپنے دور کے کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہو کیونکہ نبی اور رسول براہِ راست اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں۔نبی کی اللہ تعالیٰ خود رہنمائی فرماتے ہیں۔انبیاء کرام بہت بہادر بھی ہوتے ہیں اور معصوم بھی۔آپ انبیاء علیہم السلام کے احوال پر نگاہ ڈالیے، جو نبی دنیا میں تشریف لاتا ہے، اس کے ایک ہاتھ میں الہام الٰہی کی کڑکتی بجلیاں ہوتی ہیں اور دوسرے ہاتھ میں تلوار جو کاشانۂ باطل پر برق بن کر گرتا ہے۔اس کے جلو میں سمندروں کا شور اور طوفانوں کا زور ہوتا ہے۔اس کی رفتار فرمانرواؤں کا دل دھڑکا دیتی ہے اور اس کی ایک للکار سے کائنات کا دل دہل جاتا ہے۔‘‘

جو چٹانوں میں راہ کرتے ہیں، منزلیں ان کو راہ دیتی ہیں
اہل ہمت کے آشیانوں کو، بجلیاں بھی پناہ دیتی ہیں